پیامِ محبت

تنزیلہ احمد

www.parhlo.com.pk

"سنو سمیں اپنا وعدہ یاد ہے نا۔۔۔" فون کان سے لگائے وہ انتہائی دھیمی آواز میں بولی۔ دوسری جانب سے کچھ کہا جا رہا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ جواب دیتی اماں کی پاٹ دار آواز اس کے کانوں میں پڑی۔

"سوہنی تو یہاں اندھیرے میں کھڑی کسے وعدے یاد دلا رہی ہے؟"

وہ کرنٹ کھا کر پلٹی۔ کالی چوڑیوں سے سجی کلائی والا ہاتھ پریشانی کے عالم میں یک دم سینے پر دھرا۔

"توبہ اماں! مجھے ڈرا ہی دیا۔۔۔"

"حالانکہ ڈرنا تو مجھے تجھ سے چاہیے۔ کیا کرتی پھر رہی ہے؟ کس سے بات کر رہی ہے؟ مجھے تو یہ کہہ کر آئی تھی کہ چھت پر ذرا ٹہلنے جا رہی ہوں۔" اماں نے کڑے تیوروں سے گھورتے ہوئے ایک ساتھ سب سوال پوچھ ڈالے۔

تبھی اس کا دھیان موبائل کی جانب گیا جس پر ابھی کال چل رہی تھی۔

"اُفف اماں! سجو سے بات کر رہی تھی۔۔۔ یقین نہیں آتا تو یہ لو موبائل خود بات کر لو۔"

جواب تو اس نے ڈھٹائی سے دیا مگر موبائل والا ہاتھ آگے ہرگز نہ بڑھایا۔

"ہمم! یہ کون سا وقت ہے سجو سے بات کرنے اور وعدے وعید کا؟"

"حد ہے اماں۔۔۔ ذرا سی بات کیا کر لی سہیلی سے میری جان ہلکان کر دی سوال پوچھ پوچھ کر۔ پتا تھا سجو کے پاس۔ رات بارہ بجے ختم ہو جانا تھا تو اس نے مجھے کال کر لی۔ تو کیا گناہ کر لیا؟" بے خوفی سے اس نے جواب دیا تو اماں نے اہم سوال دہرایا۔

"اور کس وعدے کی بات ہو رہی تھی؟"

"وہ۔۔۔ وہ۔۔۔"

"کیا وہ؟ کچھ پھوٹ بھی۔۔۔"

"وہ سجو اپنے ننھیال جا رہی ہے۔ ملتان۔۔۔ اس نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ میرے لیے سوہن حلوہ اور آم لائے گی۔ بس وہی یاد کروا رہی تھی۔"

"اس کی اتنی حیثیت کب سے ہو گئی کہ تحفے دینے لگیں؟" اماں اس کے جواب سے مطمئن نہیں لگ رہی تھی۔

"توبہ اماں! پھپھی ٹھیک کہتی ہے تیرے بارے۔۔۔ بال کی کھال اور دودھ کی لسی بنانا کوئی تجھ سے سیکھے۔" غصے سے کہہ کر پیر پٹختی وہ دھپ دھپ کرتی سیڑھیاں اترنے لگی تھی۔

"زبان تو تیری بھی اپنی پھپھی سے کم نہیں۔ جا ہو جا دفع۔۔۔ باورچی خانے میں برتن پڑے ہیں دھو جا کر۔ میری ہی اولاد ہے۔۔۔ سب سمجھتی ہوں۔" اس کی پشت پر ناگن کی طرح جھولتی چٹیا کو دیکھتے ہوئے انھوں نے جوابی وار کیے۔

"ویسے یہ دودھ کی لسی کی مثال کیا دے کر گئی ہے نا ہنجار۔۔۔" وہ بڑبڑائیں۔

ادھر سوہنی نے باورچی خانے میں آتے ہی سکون کی سانس بھری۔ آج وہ بال بال بچی تھی۔

✧✧✧

کام دار سرخ میکسی، سونے کا بھاری سیٹ اور سنہرے رنگ کی اونچی ہیل والی جوتی پہنے سج سج قدم اٹھاتی وہ کسی ملک کی شہزادی لگ رہی تھی۔ جیسے ہی اس نے روشنیوں سے جگمگاتے ہال میں قدم دھرے ہر جانب سے گلاب کی پتیوں کی برسات ہونے لگی۔ کسی فلمی گانے کی دھن ماحول پر سحر طاری کر رہی تھی۔ اسے جس نے بھی دیکھا دنگ رہ گیا۔ خوب صورت تو وہ تھی

ہی مگر دلہن بن کر اس پر جو روپ آیا وہ غضب ڈھا رہا تھا۔

"ارے یہ تو بالکل اپنے نام جیسی سوہنی لگ رہی ہے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ۔۔۔ اس کا مہینوال تو اسے دیکھ کر ہوش کھو بیٹھے گا۔" سکھیوں کی شرارت سے بھری آوازیں اور ہنسی اس کے کانوں میں پڑی تو چہرے پر شرمگین مسکراہٹ آ ٹھہری۔

آنے والوں حسین لمحوں کا خیال اتنا خوش نما تھا کہ اس کے گال تمتما اٹھے۔ اگلے ہی لمحے اس کا راستہ ایک جواں سال مردانہ ہاتھ نے روکا تھا۔ نظریں ہاتھ کے مالک کی جانب اٹھیں۔ آنکھوں میں چمک سموئے اس کے خوابوں کا شہزادہ، سوہنی کا مہینوال، مردانہ وجاہت کا نمونہ عین اس کے سامنے تھا۔ آج تو اس کی سج دھج ہی نرالی تھی۔ سرخ لپ اسٹک سے سجے پنکھڑی سے ہونٹوں کی شرمگیں مسکراہٹ گہری ہوئی۔ اگلے ہی پل شرم سے پلکیں جھکاتے ہوئے اس نے حق سے اپنا حنائی ہاتھ مضبوط مردانہ ہاتھ میں تھما دیا تھا۔ وہ مکمل ہونے جا رہی تھی۔ جس کے سنگ زندگی گزارنے کے سپنے اس نے جاگتی آنکھوں سے دیکھے وہ اسے اپنا بنانے کے لیے تیار کھڑا تھا۔

"کتنی خوب صورت جوڑی ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے دونوں ایک دوسرے کے لیے ہی بنے ہیں۔" چہ مگوئیاں سن کر اس کے امنگوں سے بھرے دل میں لڈو پھوٹتے رہے۔

تبھی اس کے مہینوال نے ٹھوکا مارتے ہوئے شرارت سے کانوں کے عین نزدیک کوئی سرگوشی کی۔ وہ خود میں سمٹنے لگی۔

اگلے ہی پل اسے کسی نے کھینچا تھا۔۔۔ مگر کس نے؟

اس اچانک افتاد پر گھبرانے ہی لگی تھی کہ اماں کی تیز آواز کانوں میں پڑی۔

"بھنگ پی کر سوئی ہے کیا؟ ارے او نامراد، اب اٹھ جا۔۔۔ کب سے تجھے اٹھا رہی ہوں۔ آوازیں دے دے کر گلا رندھ گیا مگر مجال ہے تو ٹس سے مس ہو۔" اس کی کمر پر دھموکا جڑتے ہوئے اماں نے کہا تو اس نے نیند سے بھری آنکھیں بدقت کھولیں۔

یہ اس کے ساتھ کیا ہوا تھا؟ دل اور ذہن صدمے کے زیر اثر تھے۔

"اماں یہ تو نے کیا کیا۔۔۔ ہائے میرا اتنا حسین خواب۔۔۔ میرا شہزادہ۔۔۔ ابھی تو ہم نے ایک ہونا تھا۔ اماں تو کتنی ظالم ہے۔ ہائے۔۔۔" صورتِ حال کا ادراک ہوتے ہی وہ بلبلا اٹھی۔

"ہائے ہائے! تیرا دماغ تو نہیں چل گیا۔ کیا اول فول بکے جا رہی ہے؟ بے شرم۔۔۔ پتہ نہیں کیا الم غلم خواب دیکھتی ہے۔ ہزار بار کہا ہے ڈرامے اور فلمیں کم دیکھا کر۔ اور آیت الکرسی پڑھ کر سویا کر۔۔۔" اماں کا بس نہیں چل رہا تھا اسے پکڑ کر اچھے سے جھنجھوڑ دیتیں۔

"ہائے ابھی تو اس نے میرا ہاتھ تھاما تھا۔ چھن۔۔۔ سے۔۔ ٹوٹا۔۔ میرا سپنا۔۔۔" ڈرامائی انداز میں بسورتے ہوئے وہ بولی تو اماں کا ہاتھ جوتی کی طرف بڑھا۔

"لاحول ولا۔۔۔ بند کرتی ہے یہ ڈرامے کہ نہیں؟ گندے خواب دیکھتی ہے۔ توبہ۔۔۔ توبہ!"

"اماں۔۔۔ میرے حسین خواب کی توہین نہ کر۔ اب کیا خواب دیکھنے پر بھی پابندی لگے گی؟"

اسے اپنے حسین سپنے کی مٹی یوں بیچ

www.parhlo.com.pk

چوراہے پھوٹ جانے کا غم ستائے جا رہا تھا۔

"کیا تھا اماں اگر تھوڑی لیٹ ہو جاتی تو۔"

اس کی غم زدہ سوچوں کا تسلسل اماں کے ہاتھ میں جوتی دیکھ کر ٹوٹا۔ وہ جھٹ سے بستر سے اتری۔

"جلدی منہ دھو کر آجا ناشتے کے لیے۔۔۔ ورنہ کچھ نہیں ملے گا۔ باپ کب کا چلا گیا دوکان پر اور مہارانی کو گھٹیا خواب دیکھنے سے ہی فرصت نہیں۔" بڑبڑاتی ہوئی وہ باورچی خانے کی طرف بڑھ گئی تھیں۔

✦✦✦

سوہنی اپنے والدین کی اکلوتی اولاد تھی۔ اس کا والد کرم دین الیکٹریشن اور اپنی ذاتی دکان کا مالک تھا۔ اماں اپنے نام ایسی نیک بی بی تھی۔ دو کمروں کا گھر اور ابا کی دکان۔ یہ ہی ان کی کل جائیداد تھی۔ شادی کے کئی سالوں بعد منتوں مرادوں کے بعد پیدا ہونے والی شکل وصورت میں جتنی لاجواب تھی ذہانت میں اتنی ہی کم ثابت ہوئی۔ مر مر کر اسی سال اس نے انٹر کیا تھا۔ جو اس کے اور ماں باپ کے لیے ماسٹر کی ڈگری جیسا ہی تھا۔ انھیں بس اب جلد از جلد سوہنی کے ہاتھ پیلے کرنے کی فکر تھی۔ اور اس سے زیادہ اتاولی وہ خود تھی اپنی شادی کو لے کر۔ کرم دین کے رشتے دار بہت زیادہ نہ تھے۔ بس ایک ہی چھوٹی بہن تھی۔ سوہنی کی اکلوتی پھپھی ثمینہ۔ جو کبھی اسے روایتی پھپھے کٹنی قسم کی پھپھیوں جیسی لگتی تو کبھی اپنی ماں کی سگی بہن سی۔ پتہ نہیں پھپھی کے کتنے روپ تھے۔ ان کے سبھی روپ اسے پسند تھے ماسوائے اس روپ کے جو انھوں نے کچھ عرصہ پہلے دکھایا تھا۔

ابا کی اچانک بیماری پر وہ سر کے بل دوڑی چلی آئی تھیں۔ صرف اس غرض سے کہ بھائی کے دل کا بوجھ ذرا ہلکا ہو جھٹ سے سوہنی کو اپنے لال پیلے اکلوتے بیٹے قیوم کے لیے مانگ لیا۔ ابا تو جیسے اسی انتظار میں بیٹھا تھا۔ نہ سوچنے سمجھنے کا وقت لیا نہ بیٹی سے مشورہ کرنے کی ضرورت سمجھی۔ بس جھٹ سے اپنی بہن کو خوشی خوشی ہاں کر دی۔ اور اگلے روز سے اچھا بھلا ہو کر دکان پر جانے لگ گیا تھا۔

سوہنی کو لگا بیماری کا سارا ڈرامہ تھا۔ جو اسی لیے رچایا گیا کہ ابا پھپھی سے اپنی بات منوا سکے۔ ورنہ اماں کا منہ دیکھتی تو پھپھی کبھی اس کا رشتہ مانگنے پر راضی نہ ہوتی۔

"کیا ضرورت تھی پھپھی کو اتنا اچھا بننے کی؟" وہ سلگتی۔

صاف تھا کہ وہ اس رشتے پر خوش نہ تھی کہ اس کے دل میں تو کوئی چور چھپا بیٹھا تھا۔ دل کا چور جمال۔ اپنے نام سا خوش شکل اور بذلہ سنجی میں تو اس کا کوئی ثانی ہی نہ تھا۔ ان دونوں کی ملاقات کوئی دو ماہ قبل ہوئی۔ اس کی اکلوتی سہیلی سجو کے بڑے بھائی کی شادی پر۔ کتنی خوش گوار ملاقات تھی۔ جب بھی اس بارے سوچتی خود بہ خود مسکراہٹ گلابی ہونٹوں پر کھیلنے لگتی۔

ہرے رنگ کی پھول دار کرتی، پیلے اور سرخ رنگ کا شرارہ اور جالی کا ست رنگا ڈوپٹہ۔۔۔ نک سک سے تیار لمبے بالوں میں شیشوں والا پراندہ اور ماتھے پہ بڑا سا ٹیکہ سجائے وہ سجو کے سنگ مہندی کی تیاریوں میں مگن تھی۔ پہلے گھر والوں نے مہندی کی رسم کرنی تھی پھر دولہا کے دوستوں نے مہندی لے کر آنا تھا۔ گھر والے مہندی کر چکے تو باہر سے ڈھول کی تیز تھاپ پر لڑکوں کے ناچنے، گانے، سیٹیوں کی آوازیں سن کر وہ دوسری لڑکیوں کی دیکھا دیکھی دروازے تک بھاگی آئی۔ پہلی نظر ہی اس پر پڑی۔ وہ سب سے آگے تھا۔ سفید کرتے شلوار میں ملبوس اور کندھوں پر پیلا ڈوپٹہ ڈالے خوشی سے بھنگڑا ڈالتا ہوا۔ جوش سے اس کا سپید چہرہ سرخ پڑ رہا تھا اور بال بار بار ماتھے پر آتے جنھیں جھٹکنے کی اسے چنداں پروا نہ تھی۔

"واہ! مرد بھی اتنے خوب صورت ہوتے ہیں؟" اس نے دل ہی دل سوچا تھا۔

لڑکوں کی نظر انھیں چپکے چپکے دیکھتی لڑکیوں پر پڑ چکی تھی۔ عالم شوق جواں ہو چکا تھا۔ لڑکوں کی ٹولی پاس سے گزرنے لگی تو وہ پردے کی اوٹ میں ہوئیں۔ ہم جولیوں کی کسی بات پر وہ قہقہہ لگا کر ہنسی تو جمال کی نظر اس کی جانب اٹھی۔ اور وہی ہوا جو ہونا تھا۔ اس کی نظریں واپسی کا رستہ بھول گئی تھیں۔

ایسا بے فکرا اور مکمل حسن کہ دیکھ کر نظر نہ بھرے۔

"چل سوہنی اندر چلیں۔ بھیا نے دیکھ لیا تو گھور گھور کر بھسم کر دیں گے۔" تیز آواز میں کہتے ہوئے سجو نے اسے بازو سے پکڑ کر کھینچا تھا۔ اس کی تمام تر حسیات اس کی جانب متوجہ تھیں۔

"ہم م م! واقعی سوہنی ہے۔"

بارات والے روز وہ اسے چپکے دیکھتا رہا۔ اس کا یوں شرارت بھری نظروں سے نہارنا سوہنی بھی دیکھ چکی تھی۔ دل میں تو اس کے لڈو پھوٹ رہے تھے مگر انجان بنی رہی۔

اس سے بات کرنے کا موقع رخصتی کے وقت میسر آیا۔ جب سب کو دلہا دلہن کی پڑی تھی تب وہ چپکے سے اس کے پاس آ رکا "تم اگر سوہنی ہو تو میں بھی مہینوال سے کم تو نہیں۔"

اس ایک جملے اور نگاہوں میں چھپے پیغام نے سوہنی کے دل کو تیز تیز دھڑکنے پر مجبور کر ڈالا تھا۔ چاہے جانے کے احساس نے اسے کسی آکٹوپس کی طرح یکا یک اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔

ویسے کے فنکشن پر دونوں آنکھوں ہی آنکھوں میں باتیں کرتے رہے۔ فنکشن کا اختتام سوہنی کی جھولی میں ایک پرچی ڈال گیا جس پر جمال کا فون نمبر لکھا تھا۔ جمال کا نمبر اس نے سجو کے نام سے موبائل میں محفوظ کر رکھا تھا۔ ان دو ماہ میں وہ تین چار بار اسے ملنے کا کہہ چکا مگر اس نے حامی نہ بھری تھی۔

"تو نے مجھے دیکھ تو رکھا ہے۔ پھر چوری چھپے ملنے کی کیا ضرورت ہے؟" سوہنی نے پہلی بار ملاقات کے سوال پر کرارا سا جواب دیا تو جمال کی ٹھنڈی آہ اسے فون کے اس پار تک محسوس ہوئی تھی۔

"آنکھیں ترس گئی ہیں تیرے دیدار کو۔ دل تمھیں محسوس کرنا چاہتا ہے میری جان۔" فلمی انداز میں کہا گیا تو وہ چونکی۔

"کیا مطلب۔۔۔"

"تیرے پاس سمارٹ فون بھی تو نہیں جس سے ویڈیو اور تصاویر بھیجی جا سکیں۔ ورنہ روز روز تجھے دیکھ کر ہی دل بھلاتا رہتا۔ تجھے بڑا موبائل لے تو دوں۔ مگر تمھیں کسی مشکل میں نہیں ڈالنا چاہتا۔ تو اپنے گھر والوں کو کیا جواب دے گی۔" خود ہی سوال خود ہی جواب کی عملی تفسیر جمال نے اس کے لیے کچھ کہنے کا موقع ہی نہیں چھوڑا تھا۔ جمال کی موبائلوں کی اچھی بھلی بڑی دوکان تھی۔ مگر وہ بھی سوہنی تھی۔ جو جی میں آئے کہنے سے کہاں چوکتی۔

"میری یاد اتنی ہی ستاتی ہے تو بھیج دے اپنی ماں کو میرے رشتے کے لیے۔۔۔ ویسے بھی اماں ابا کو میری شادی کی بہت جلدی ہے۔" اب جب بھی بات ہوتی وہ اسے یہ ہی کہتی۔ بار بار کہنے کا یہ فائدہ ہوا کہ اس نے

جمال سے وعدہ لے لیا کہ وہ جلد از جلد اپنے والدین کو اس کے رشتے کے لیے بھیجے گا۔ پھپھی کے لڑکے سے جان چھوٹنے کا واحد سہارا جمال اس کی نظر میں ہر لحاظ سے بہتر تھا۔

✦✦✦

اس رات کے بعد سے اس کی جمال سے بات ہی نہیں ہو پا رہی تھی اور یہ بات سوہنی کے لیے تشویش کا باعث بن رہی تھی۔

"جگ سونا سونا لاگے۔۔۔ جگ سونا سونا رے۔۔۔" کرب کے عالم میں ہنڈیا میں ڈوئی ہلاتی وہ اک جذب سے گنگنانے لگی۔ اماں نے باورچی خانے سے اندر جھانکا اور اسے غصب ناک نظروں سے گھورا۔

"اسے سوہنی تیرا دماغ تو نہیں چل گیا۔۔۔ کون سا جگ تجھے سونا لگ رہا ہے؟"

سوہنی اس سوال پر تڑپ اٹھی۔ ابھی دن ہی کتنے گزرے تھے اس کا سپنا چکنا چور ہوئے۔ اوپر سے ظلم کہ سپنا توڑنے والی ہی سوال کر رہی تھی۔

"بس کر دے اماں۔ کتنا دل جلائے گی میرا۔۔۔ کاش اس روز مجھے نہ جگاتی۔ تھوڑی دیر اور رک جاتی تو کیا نقصان ہو جاتا۔ ہائے!" ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے اسے نے پھر سے "جگ سونا سونا۔۔۔" کی تان اٹھائی تو اماں نے ٹوکا۔

"کس کی جان کو رو رہی ہے؟ ایک جگ ہی تو ہے اور وہ پانی سے بھرا تیرے سامنے پڑا ہے۔"

پہلے تو اسے سمجھ نہ آئی۔ اور جب سمجھ آئی تو منہ بسورتے ہوئے ڈوئی ہنڈیا میں پٹخ دی۔

"اچھا چل زیادہ فلمی ہیروئین بن کر نہ دکھا مجھے۔ تیری پھپھی اور قیوم نے آنا ہے آج۔ تیرا ابا بھی بس آتا ہو۔ کھانا تیار کر لے۔ سن ہانڈی پکا کر تڑکے والے چاول بھی بنا لینا۔" اماں اچھی خاصی ہدایات دے کر چلی گئیں تو وہ سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔

"یا اللہ میں کیا کروں۔ جمال نجانے کہاں گم گیا ہے۔ کوئی رابطہ نہیں ہو رہا۔ پھپھی کا اپنے نیلے پیلے کے ساتھ آنا مجھے پتہ نہیں کیوں کھٹک رہا ہے۔" بڑبڑاتے ہوئے اس نے جھولی میں رکھا فون اٹھایا اور پھر سے سجو نام کا نمبر ڈائل کیا۔

"آپ کا مطلوبہ نمبر دوسری لائن پر مصروف ہے۔ براہ مہربانی انتظار کیجیے۔" کی آواز اسے بیک وقت حیران اور پریشان کر گئی۔ یہ تو شکر تھا کہ اس کا نمبر تو آن ہوا۔

"سوہنی ذرا بات سن۔" اماں کی آواز کانوں تک پہنچی تو اس نے ہڑبڑا کر کال کاٹی اور فون سائلنٹ پر کر دیا۔

"آئی اماں!" کہتی جلدی میں وہ باہر کو بھاگی۔

دوپہر ہوتے ہی ابا کے پیچھے پیچھے ہی پھپھی اور قیوم بھی آ گئے۔

"کیسی ہے میری سوہنی دھی؟" پھپھی نے اسے گلے لگاتے ہوئے پوچھا تو وہ ٹھٹھکی۔ گو کہ وہ اسے ہمیشہ یوں ہی بلاتی تھیں مگر ان کے لہجے سے آج کچھ زیادہ اپنائیت جھلکی تھی۔ اتنی اپنائیت سے اسے بدہضمی ہونے لگی تھی۔ قیوم نے بھی مسکراتے ہوئے اسے ایک دو بار دیکھا۔

"کیسے ہو بیٹا؟" ابا نے اسے مخاطب کیا تو ان کا لہجہ بھی شیرینی ٹپکاتا ہوا تھا۔ ایسا کیا تھا جس سے وہ بے خبر تھی؟

"ماشاء اللہ سے میرے قیوم کی ترقی ہو گئی ہے۔ میڈیکل ریپ بن گیا ہے۔ تنخواہ بھی بڑھی ہے اور مراعات بھی۔" پھپھی نے اپنے اکلوتے

سپوت کی کامیابی کی خبر یوں سنائی جیسے وہ بڑا سرکاری افسر بن گیا تھا۔ اماں اور ابا کی خوشی بھی قابل دید تھی۔

"سوہنی ادھر آ۔ یہ دیکھ میرے تیرے لیے بڑا خوب صورت سوٹ لائی ہوں۔ تجھ پر بہت سجے گا۔" اسے پاس بلا کر پیار کرتے ہوئے پھپھی نے ہلکے سبز رنگ کا خوب صورت پرنٹ والا سوٹ اسے تھمایا۔

بدقت مسکراتے ہوئے وہ "شکریہ پھپھی" کہہ سکی تھی۔

قیوم بی اے پاس تھا اور گزشتہ دو سال سے کسی دوا ساز کمپنی کے لیے کام کر رہا تھا۔ اس نے دھیما دھیما سا مسکراتے قیوم کو غور سے دیکھا۔ گندمی رنگ، درمیانہ قد اور شکل سے ٹپکتی شرافت۔۔۔ اس میں اور جمال میں زمین آسمان کا فرق تھا۔

"ہونہہ! میرا اور اس کا بھلا کیا جوڑ۔ میرے ساتھ تو بس جمال ہی سجتا ہے۔" نخوت سے سوچتے ہوئے وہ کھانا لگانے کے بہانے وہاں سے اٹھ آئی۔ کمرے سے نکلتے اسے پھپھی کی آواز سنائی دی۔

"ویرے اب بس میری سوہنی دھی کو رخصت کرنے کا سوچو۔ میں جلد از جلد قیوم کی شادی کرنا چاہتی ہوں۔"

دل کی بے ہنگم دھڑکن کو سنبھالنے کی کوشش کرتے ہوئے اس نے جمال کو فٹافٹ ٹیکسٹ کیا۔

"بہت ضروری بات کرنی ہے۔ ایک مسئلہ ہو گیا ہے۔"

اس سے پہلے کہ اماں باورچی خانے کا رخ کرتی وہ روٹیاں بنانے لگ گئی۔ جتنی جلدی وہ کھانا لگاتی اتنی جلدی ہی کھانا کھا کر پھپھی کے جانے کے آثار نظر آتے۔ ان کے جانے کے بعد ہی وہ "آگے کیا کرنا ہے" بارے سوچ سکتی تھی۔

✦✦✦

"تو کہاں جا رہی ہے؟" اسے کالے رنگ کے عبائے میں چھپا دیکھ اماں نے حیرت کا اظہار کیا تھا۔

"اماں بتایا تو تھا کہ سجو سے ملنے جانا ہے۔ بہت ضروری کام ہے۔" نظریں چراتے ہوئے اس نے جواب دیا۔

"حد ہے سوہنی۔ مگر یہ تو نہیں بتایا تھا کا آج جانا ہے۔ کم از کم بتا تو دیتی میں تیرے ابا سے اجازت لے لیتی۔"

"بس اماں اسی وجہ سے نہیں بتایا کہ تو نے بال کی کھال نکالنے بیٹھ جانا تھا۔ اور میرے پاس اتنا وقت نہیں۔ ابا کی فکر نہ کر۔ انھیں کون سا پتہ چلنا ہے۔ ان کے آنے سے بہت پہلے گھر آ جاؤں گی۔ بس آنا جانا تو کرنا ہے۔" پرس میں موبائل فون اور رکشے کا کرایہ رکھ کر عجلت میں وہ باہری دروازے کی طرف بھاگی۔

اماں "سن تو سہی۔ اچھا خیر سے جا خیر سے آ۔" پکارتی رہ گئیں۔

اس روز پھپھی کے جاتے ہی اس نے جمال سے بات کی تھی۔ جمال مصر تھا کہ وہ ملاقات کریں۔ وہ بھی اسے کچھ بتانا چاہتا تھا۔ شاید یہ خوش خبری سنانا چاہتا کہ اس کے والدین رشتہ مانگنے کے لیے تیار ہیں۔ مگر جمال نے ملاقات کی شرط رکھ ڈالی تھی۔ یوں باہر ملنا اسے پسند تو نہ تھا مگر اس کے علاوہ اور کوئی چارہ بھی نہ تھا۔ ضد پر اڑی رہتی تو یہ نوبت آتی کہ قیوم بارات لے کر پہنچ جاتا۔

"آج اسے ہر حال میں راضی کر کے آؤں

گی کہ جھٹ سے اپنے گھر والوں کے بھیجے اور وہ پٹ سے مجھے رخصت کرا کر لے جائے۔ ابا زیادہ سے زیادہ مارے گا مگر میں بھی اپنی ضد سے پیچھے نہیں ہٹوں گی۔" سارا راستہ وہ ادھیڑ بن کا شکار رہی۔ دل بے حد گھبرا اور ٹانگیں کپکپا رہی تھیں۔ جمال نے جس جگہ کا پتہ بھجوا دیا اس نے من و عن رکشہ والے کو بتا دیا۔ کرایہ دے کر اتری تو سامنے پیزا برگر پوائنٹ کا بورڈ جگمگا رہا تھا۔ جمال کو وہاں اپنے انتظار میں کھڑا دیکھ اس نے سکون کا سانس لیا۔ وہ اس کی جانب کھنچا چلا آیا۔

"میرے ساتھ اعتماد سے چلنا۔ یوں جیسے ہم میاں بیوی ہوں۔" اس کے پاس آتے ہی جمال نے سرگوشی کے سے انداز میں کہا تو اس نے نا سمجھتے ہوئے بھی سر اثبات میں ہلا دیا۔ وہ اس کے سنگ سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آ گئی۔ ہال نما کمرے میں وقفے وقفے سے میز لگے تھے۔ وہ سیدھا کونے والے میز کی جانب بڑھا جس کی دیواریں اونچی تھیں۔

"ہم یہاں بیٹھ جاتے ہیں۔" سوہنی نے چار کرسیوں والے میز کی جانب اشارہ کیا۔

"پاگل ہو گئی ہو۔ یہ کھلا ہے۔ کسی نے تمہیں دیکھ لیا، پہچان لیا تو پتہ ہے تمہارے لیے کتنی مشکل ہو سکتی ہے۔ میری تو خیر ہے مگر مجھے تمہاری عزت کا بہت خیال ہے۔" جمال نے کچھ ایسے انداز میں کہا کہ وہ جھٹ سے کونے والے میز پر نا صرف بیٹھ گئی بلکہ کونے کی دیوار کے ساتھ چپک بھی گئی۔ حیرت تو اسے تب ہوئی جب جمال سامنے بیٹھنے کی بجائے اسی لمبی سیٹ کے کونے پر ہی آ ٹکا جس پر وہ بیٹھی تھی۔

"نقاب تو ہٹا دوں۔ مجھے پیاسی آنکھیں سیراب تو کرنے دو جان من۔ خدا کی قسم ترس گیا تھا تمہیں دیکھنے کو۔" اس کی جانب دیکھتے ہوئے مخمور لہجے میں جمال نے کچھ ایسے کہا کہ وہ خود میں سمٹ گئی تھی۔

"اپنے گھر والوں کو کب بھیجوں گے؟ پھپھی جلد از جلد شادی چاہ رہی ہے۔ تم جانتے ہو میں تمہارے سوا کسی اور سے۔۔۔ شش شادی نہیں کرنا چاہتی۔" اس کی فر فر چلتی زبان نجانے کیوں اٹک رہی تھی۔ یہ خواب تھوڑی تھا کہ جس کے سحر میں وہ کھوئی رہتی۔ یہ تو حقیقت تھی جو اس پر خوب بھاری پڑ رہی تھی۔

جمال مزید قریب ہوا۔ "اتنا پیار کرتی ہوں مجھ سے؟"

"ہاں تو تم بھی تو کرتے ہو۔ تم نے کہا تھا۔۔۔ کہ۔۔۔ کہ مجھ سے۔۔۔ شاادی کرنا چاہتے ہو۔" اس کے پاس آنے پر گھبراتے ہوئے وہ بمشکل بولی۔ جواب دینے کی بجائے اس نے ہاتھ میں پکڑے موبائل کا کیمرہ آن کر کے سیلفی لینے کی غرض سے ہاتھ اوپر کی جانب اٹھایا تھا۔

جیسے ہی اس نے "چلو یادگار تصویر بناتے ہیں۔" کہا ویسے ہی اس نے منہ دیوار کی جانب تیزی سے پھیر لیا۔

اگلے ہی پل اسے اپنی کمر کے گرد سرسراتا ہوا ہاتھ محسوس ہوا۔ جمال اسے اپنے نزدیک کھینچ رہا تھا۔

✧✧✧

"یہ تو شروع سے ہی میری دھی تھی۔ اللہ نے مجھے بیٹی کی نعمت سے نہیں نوازہ تو کیا ہوا۔ میری سوہنی دھی ہے نا اب ہمیشہ میرے پاس رہے گی۔ اسے میں نے ہمیشہ اپنی بیٹی ہی سمجھا۔" اس کا ماتھا چومتے ہوئے پھپھی نے پیار سے کہا تو وہ شرما گئی۔ گلابی ڈوپٹے سے جھانکتے

سفید گال سرخ پڑ چکے تھے۔

"ہاں یہ تیری ہی دھی ہے اور قیوم اب ہمارا بیٹا۔ اللہ نے بیٹے کی نعمت سے نہیں نوازہ تو کیا ہوا۔ قیوم کو ہمارا بیٹا بنا دیا۔" اماں نے پھپھی کے انداز میں خوش دلی سے کہا تو پھپھی بے ساختہ بولیں۔

"کیوں نہیں پر جائی۔ قیوم تو شروع سے ہی تمہارا بیٹا ہے۔ ویرے مجھے بس اپنی سوہنی دھی چاہیے۔ اور کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ کا شکر ہے قیوم اس قابل ہے کہ سب کچھ خود خرید سکے۔ اپنا گھر بار تو ہی ہے۔ آہستہ آہستہ سیٹ بھی ہو جائے سوہنی کی مرضی اور پسند سے۔"

پہلے اماں اور پھر ابا کو دیکھتے ہوئے پھپھی نے کہا تو وہ لجاتے ہوئے کمرے سے بھاگ آئی۔ پھپھی شادی کی تاریخ لینے آئی تھی۔

ربیع اول کے پہلے ہفتے اس کا اور قیوم کا نکاح طے ہو چکا تھا۔ سوہنی کتنی بے وقوف تھی کہ نامحرم سے عزت اور محبت پانے کے لیے گھر سے نکل پڑی تھی۔ جب کہ محبت تو اپنا پیام پہلے سے اس کے در پر چھوڑ چکی تھی۔

جمال اور اس سے جڑی تلخ یادوں کو وہ اپنی زندگی کے صفحات سے پھاڑ پھینکنا چاہتی تھی۔ اس روز جیسے ہی جمال نے اس کی کمر کے گرد بازو کا گھیرا بنایا وہ بھڑک اٹھی۔ اس کی آنکھوں سے جھانکتی شیطانیت کو سمجھنے میں اسے ایک پل لگا تھا۔

"گھٹیا۔۔۔ کمینے۔۔۔ ہوس کے مارے۔۔۔ یہ تھی تمہاری اوقات۔" کہتے ہوئے اس نے پورا زور لگا کر اسے دھکا دیا تھا۔

وہ اس ردعمل کے لیے ہرگز تیار نہ تھا۔ جمال اور اس کا موبائل شیطانی ارادوں سمیت زمین بوس ہو گیا تھا۔ اس پر لعنت بھیج کر وہ وہاں سے بھاگی اور ایک بار بھی پلٹ کر نہ دیکھا۔ اماں کی دعا ہی تھی جو ان کی سوہنی کو خیر خیریت سے باحفاظت گھر لانے میں کامیاب ہوئی تھی۔

گھر آتے ہی اس نے سب سے پہلے موبائل فون سے سم نکالی تھی۔ اس کے دو ٹکڑے کر کے کوڑے دان میں پھینکتے ہوئے جیسے اس نے جمال کو اس کی اوقات یاد دلائی تھی۔ آگے سب کچھ بڑوں کی مرضی کے مطابق ہوتا چلا گیا۔ چھوٹے سے گھر میں خوشیاں اتر آئی تھیں۔

✧✧✧

قیوم صحن میں کھڑا کسی سے فون پر دوائیوں سے متعلق بات کر رہا تھا۔ بات ختم کر کے وہ کمرے کی جانب مڑا تو اسے برآمدے میں کھڑا دیکھ خود بھی رک گیا۔ "سوہنی۔۔۔" آہستگی سے اس کا نام پکارا گیا تو وہ چونکی۔

"جی!"

"وہ۔۔۔ میں نے پوچھنا تھا کہ تم۔۔۔ تم خوش تو ہو؟" اس کے صبیح چہرے کو نرمی سے دیکھتے ہوئے اس نے سوال کیا۔

سوہنی نے اپنے دل میں جھانکا جہاں سکون اور خوشی کا راج تھا۔ ایک مکمل نظر سوال کرنے والے پر بھی ڈالی جس کے چہرے اور آنکھوں کے تاثرات نرمی اور اپنائیت سموئے ہوئے تھے۔ اماں ٹھیک کہتی تھی کہ قیوم ہمدرد، عزت، قدر اور محبت کرنے والا ہے۔ شرافت اضافی خوبی۔

"آپ کو کیا لگتا ہے؟" نظریں جھکاتے ہوئے وہ دھیمی آواز میں گویا ہوئی تو وہ اس طرز تخاطب پر ششدر رہ گیا۔

"مجھے لگتا ہے کہ میری آزادی کے دن بس ختم ہوئے چاہتے ہیں۔" وہ بے چارگی طاری کرتے ہوئے بولا تو سوہنی کھلکھلا کر ہنس دی۔

✧✧✧

PARHLO PAKISTAN

اب آپ ہر قسم کے ناول ہماری ویب سائٹ سے مفت حاصل کر سکتے ہیں۔

اس کے علاوہ ہماری ویب سائٹ ناولز راہٹرز کے لئے آفر بھی دیتی ہے۔ اگر آپ لکھنے کے شائق ہیں تو ہم سے رابطہ کریں۔ آپ کے ناولز کے کے علاوہ ناول کے بہترین ہونے پر آپ کو کیش پرائز بھی دیں گے

ابھی اپنا ناول EMAIL کریں اور اپنے لکھاری ہونے کا فائدہ اٹھائیں۔

WHATSAPP GROUP : 0318-9992829

PARHLO.COM.PK@GMAIL.COM